پھر اک ساتھی چھوٹ گیا!

پچہتر افراد کی وہ پہلی صف جس نے اسلامیہ پارک لاہور میں جماعت اسلامی کی تاسیس کی تھی، اُس میں سے اب بہت تھوڑے افراد باقی ہیں۔ ان تھوڑے افراد میں سے ایک شیخ فقیر حسین بھی تھے جو بیک اجل کا ہاتھ تھامے دوسری دنیا میں داخل ہو گئے۔ عیسوی سال نے اپنی پہلی تاریخ کا تحفۂ غم ہمیں دیا۔ ۱۰½ بجے شب مرحوم نے آخری سانس لی۔ ۲ کو بعد نماز ظہر منصورہ کے قطعۂ گیاہی میں بہت بڑی نماز جنازہ ہوئی، پھر تدفین، اور آج ۳ جنوری کو اقربا و احباب نے قرآن پڑھ کر مغفرت کی دعائیں کیں۔

اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّآ اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ

وہ میرے رفیق اور دوست تھے، ایک بار وہ اور میں (غالباً ۴۲-۱۹۴۱ء میں) اور ایک اور ساتھی محمد شفیع کے ساتھ ملتان روڈ کے کنارے کھیتوں میں تبلیغ کے لیے گئے، پھر ۱۹۵۳ء میں ہم نہ صرف اکٹھے گرفتار ہوئے بلکہ میں اور وہ کچھ عرصہ ایک ہی کوٹھڑی میں رہے۔ پھر ۶۶-۱۹۶۵ء میں ہم نے جماعت کے دفتروں میں یکجا کام کیا۔

میری گواہی عنداللہ اور عندالناس یہ ہے کہ میں نے اس شخص کو جس نے ایک دن اے جی آفس کی ملازمت چھوڑی تھی اور جو کچھ ہی عرصے میں جماعت کا مرکزی ناظم مالیات بنا، ہر لحاظ سے مخلص پایا۔ وہ ایک ایسے رفیق تھے جن سے کسی کو کوئی اذیت یا نقصان نہ پہنچا ہوگا۔ انہوں نے جماعت کے اعلیٰ منصب پر رہ کر نہ کچھ اپنے مفاد کی فکر کی اور نہ کبھی کچھ بننے کے لیے خواہش کی۔ وہ شخص ذاتی زندگی میں وجوہِ آلام رکھنے کے باوجود ہنستا ہنساتا رہا۔ دین اور تحریک کے لیے اس کے جذبۂ وفاداری میں کبھی کوئی جھول نہیں آیا۔

آج دکھی دل کے ساتھ ہم خدا سے اس کی مغفرت کی درخواست کرتے ہیں اور اُن کے اہل و عیال اور اقربا کے لیے بھی اور اپنے لیے بھی صبر کی توفیق مانگتے ہیں۔

(کاپی پریس جاتے جاتے گنجائش نکال کر جلد جلد یہ چند سطریں لکھی گئیں) (ادارہ)

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

اشارات

ماہ ربیع الاوّل خدا کے آخری نبی محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت، تحریک، سیرت اور اخلاق کی یاد تازہ کرنے کا مہینہ ہے، اور یوم میلاد کی اگر کوئی اہمیت ہے تو وہ صرف یہ ہو سکتی ہے کہ حضورؐ سے رشتۂ وفا کی تجدید کی جائے۔

آج غم و اندوہ کے جن زخموں سے ہم چور چور ہیں اور دنیا بھر میں مادہ پرست قوتوں کے ہاتھوں ظلم و جارحیت کے جن ناوکوں کا نشانہ بنے ہوئے ہیں، ہمارے لیے کوئی چارہ کار اس کے سوا نہیں ہے کہ ہم پوری طرح رسولِ برحق کی دعوت اور سیرت اور سنّت کی پناہ گاہ میں آجائیں۔ اس پناہ گاہ کے باہر طرح طرح کے اندھیرے ہیں، ہر طرف جال پھیلے ہوئے ہیں، ہر طرف پھندے لگے ہیں اور ہر طرف کمین گاہوں میں شیطانی قوتیں ہمیں شکار کرنے کے لیے گھات لگائے بیٹھی ہیں۔

میلادالنبیؐ کی خوشیاں منانے کے لیے چراغاں کرنے والو، جھنڈیاں لگانے والو، جلوسوں کا زور باندھنے والو! پہلے ذرا ان خوفناک حالات کا اندازہ کر لو جن کے نرغے میں ہم ہیں۔

"صہیونی، مارکسی، چانکیاتی" قوتوں کا محاذ "صیحح" ہمیں چاروں طرف سے گھیرے میں لیے ہوئے ہے۔ "صیحح" کے ذی شعور اور بے شعور کارندے دفتروں میں، تعلیم گاہوں میں، ریڈیو اور ٹیلی وژن میں، اخبارات و جرائد میں، حلقہ ہائے ادب میں، مزدوروں میں، سیاسی جماعتوں میں، ترقی نسواں کی مجالس میں ہر جگہ پھیلے ہوئے ہیں۔ اُن کو ہمارے اندر سے لادینیت پسند

مفاد پرستوں، مسلمانوں کے اندر سے الگ کیے ہوئے ایک غیر مسلم گروہ، اسلامی رجحانات سے کد رکھنے والی مذہبی اقلیتوں اور ایک تخریب پسند بے اصول سیاسی پارٹی کا تعاون بآسانی حاصل ہو جاتا ہے۔ اِس طرح مجموعی طور پر یہ قوت خاصی بڑی بن جاتی ہے۔ اسے آپ مختلف دائروں میں اسلامی رجحانات کے خلاف مجتمع ہو کر کام کرتے ہوئے دیکھ سکتے ہیں۔ کمال یہ ہے کہ "صیح" محاذ ہمارے بعض کثیر التعداد مذہبی فرقوں کو بھی ساتھ ملا لیتا ہے۔

اس محاذ کے چند کارنامے نمونے کے طور پر ملاحظہ فرمایئے:

۱ — محبِ وطن سیاسی جماعتوں میں افتراق بڑھانے کے ساتھ ساتھ یہ عجیب واقعہ رونما ہوا کہ لادینیت پسندوں اور تخریب کاروں کے ساتھ اسلام اور جمہوریت کا نام لینے والے محبِ وطن بھی جا شامل ہوتے ہیں۔ پوری قوم کو مصیبت میں مبتلا کر دینے والی پیپلز پارٹی سے ڈسے ہوئے حضرات کا بھی فاروبہ آج پیپلز پارٹی سے ہو رہا ہے۔ ٹھیک ہے، سیاسی مصلحتوں کے تحت دوستیاں اور دشمنیاں ہوتی رہتی ہیں، مگر پھر بھی کچھ آخری اصول و حدود ہوتے ہیں جن کا لحاظ ہر معقول جماعت اور ہر شریف لیڈر رکھتا ہے۔ مگر یہاں ایک خفیہ محاذ نے آپ کے سیاسی اکابر سے سارے اصول و حدود تڑوا کے دکھا دیئے ہیں اور سو فیصد تضاد رکھنے والوں کو گلے ملا دیا ہے۔

۲ — علماء کے احوال پر نظر ڈالیے تو بالعموم نگاہ اس پر نہیں کہ ہماری لڑائی الحاد اور مادہ پرستی سیکولرازم اور سوشلزم اور بے حیائی اور بداخلاقی کے خلاف ہے، توجہ ساری اس پر ہے کہ ہمارے اپنے جتھے کو برتری ملے اور دوسرے مذہبی گروہوں کو زک دے دی جائے۔[1] پچھلے دو چار برس سے مسجدوں پر قبضے کے لیے "جہاد" کا سلسلہ جاری ہے۔ ہر فرقہ اس کوشش میں ہے کہ "قاضی کلاس" میں اس کے آدمیوں کی بھرتی زیادہ کی جائے۔ اپنے اپنے خاص فروعی مسائل اور انداز و اطوار کو اذانوں اور خطبوں اور مذہبی وعظوں اور جلسوں میں نمایاں کیا جاتا ہے۔ علماء کی اکثریت اپنے وعظوں میں عقیدوں کی باریکیاں

---

[1] سمرقند و بخارا کی داستان یہ گواہی دیتی ہے کہ ایسے ہی فرقہ پرست علما تھے جن کی ایک صف کو کمیونسٹوں نے علمائے حق کے خلاف استعمال کر کے پہلے انہیں مروایا، پھر استعمال ہونے والے علما کو عوام کے ہاتھوں ختم کرا دیا۔

چھائی ہوئی ہے۔ رسول اللہ کی نورانیت، بشریت، علم غیب، حاضر ناظر ہونے کی صفت اور شفاعت کے سلسلے میں عجیب نکات بیان کیے جاتے ہیں، مگر حضورؐ کی اطاعت، حضورؐ کی پیروی، سنتِ حضورؐ کے ضابطۂ اخلاق کی پابندی، حضورؐ کی شریعتِ حلال و حرام کی پیروی اور حضورؐ کے لائے ہوئے دین کی سربلندی کے لیے بالعموم بھرپور اور پُرزور دعوت نہیں دی جاتی۔

یہی مولوی صاحبان تھے جن کو پہلے ہم سیاست میں اسلامی پارٹ ادا کرنے کے لیے کہتے تو وہ یہی نہیں مانتے تھے کہ اسلام میں سیاست بھی ہے اور ایک مسلمان کا پارٹ ووٹر کی حیثیت سے بھی کچھ ہوسکتا ہے۔ پھر جب اُن کو اس دائرے میں لایا گیا تو وہ غلبۂ دین کے لیے دوسرے تمام خادمانِ اسلام کے ساتھ برادرانہ طور پر مل کر سوچنے اور انتخابات میں دورِ حاضر کی نظریاتی کشاکش سے عہدہ برآ ہونے کے قابل افراد کی طرف متوجہ ہونے کے بجائے یہ سوچنے لگ گئے کہ ہمارے اتنے آدمی فلاں فلاں حلقوں میں ہیں اور جو سیٹیں لی جاسکتی ہوں وہ ہم اپنے آدمیوں کے لیے کیوں نہ حاصل کریں۔ اس طرح سیاست میں فرقہ داری داخل ہوئی اور اُس نے "صیہونی، مارکسی، چانکیائی" محاذ کے لیے کام آسان کر دیا۔

۳ — طلبہ میں دیکھیے۔ موجودہ دَور کی ایمان شکن اور اخلاق سوز فضا میں پروان چڑھنے کے باوجود ایک ایسی نوجوان قوت درسگاہوں میں تیزی سے اُبھری جو اسلامی نظامِ تعلیم کا مطالبہ لے کے اُٹھی، اور جس نے درس گاہوں کو لادینیت اور فحاشی اور ہر بیہودگی سے پاک کرنے کی کوشش شروع کی۔ یہ تھی اسلامی جمعیت طلبہ۔

اب اس کے مقابلے کے لیے "صحیح" محاذ اور اس کے آلۂ کار نے چند نمایاں کارنامے انجام دیے۔ ایک یہ کہ طلبہ کی ایک چھوٹی سی نئی مذہبی قوت .... کو کمیونسٹوں، لادینیت پسندوں اور سیکولرازم کے علمبرداروں کے سامنے صف آرا کرا دیا۔ واہ کیا شاندار اسلام ہے جس کا اتحاد الحاد سے قائم ہوتا ہے۔ یہ محض اس لیے کہ اسلامی جمعیت طلبہ کو کسی نہ کسی طرح زک دی جاسکے
پھر کالجوں کے انتخابات میں بعض مقامات پر برادریوں کی عصبیتِ جاہلیہ بنیادِ فیصلہ بن گئی جیسے کہ فیصل آباد کی زرعی یونیورسٹی کے پچھلے انتخابات میں ہوا۔ اب کی مرتبہ صوبہ سرحد کے کالجوں میں "پختون ازم" اسلامیت کے مقابلے پر آگیا۔

مسلم لیگ سے تعلق رکھنے والے طلبہ کا اتحاد بھی مخالفِ اسلام محاذ سے ہوا۔
اسلامی جمعیت طلبہ کے خلاف پہلے تو چھاپہ ماروں اور تشدد پسندوں اور غنڈوں نے بار بار حملے کئے اور کئی نیک نہاد قابل نوجوانوں کو شہید اور زخمی کر دیا، پھر اگر کسی جگہ جمعیت نے جواباً کوئی جنبش کی تو پریس میں شور مچوا دیا گیا کہ اسلامی جمعیت طلبہ تشدد پسند ہے۔ علاوہ ازیں جمعیت جہاں بھی تشدد کا نشانہ بنی، وہاں گرفتاریاں بھی اُسی کے ارکان اور کارکنوں کی ہوئیں، مقدمات چلے اور سزائیں دی گئیں۔ اس کے معنی یہ ہیں کہ بیوروکریسی اور محافظینِ امن کے اندر بھی "صبح" کی غیر مرئی قوت کا نفوذ ہے۔
۴ ـــ ابھی ایک دلچسپ مگر افسوسناک مثال پنجاب یونیورسٹی کی اکیڈمک کونسل کے انتخابات میں سامنے آئی۔ تنظیمِ اساتذہ سے تعلق رکھنے والے پروفیسروں کے ایک گروپ کو شکایات پیدا ہوئیں۔ شاکیوں سے شکایات جا کر سُنیے تو معلوم ہوگا کہ بچوں کی سی باتیں ہیں۔ کہاں اسلامی نصب العین اور کہاں یہ روٹھنے کی باتیں! پھر یہ شاکی گروپ بجائے اس کے کہ اپنا محاذ خود بناتا اور اپنے اُصولوں پر بناتا، اس نے کمیونسٹوں اور لادینیت پسندوں اور قادیانیوں کی صف میں اپنے آپ کو جا شامل کیا[۱]۔ کیا شان ہے استادوں کی دانشوری کی۔
اس عبرت ناک مثال کے معنی یہ ہیں کہ "صبح" کی سازشیں اسلام کے لیے کام کرنے والوں کو کبھی ایک نہ ہونے دیں گی اور اسلام کے لیے کام کرنے والوں کا کوئی نہ کوئی حصہ اس طاغوتی قوت کے رنگ ڈھنگ جانتے ہوئے بھی اس کی آغوش میں جا گرے گا۔

۱؎ ہمارے ہاں کے انسانی مواد کی مٹی کی گندھاوٹ میں کوئی ایسی کمی ہے کہ اوّل تو اسلام کا نام لیتے ہوئے ڈریں گے، نام لیں گے تو کام کرنے سے گریز کریں گے، کام کرنا بھی چاہیں تو کسی نظم میں کسے جانا پسند نہیں ہوگا۔ اور نظم میں آجائیں تو پھر ذرا سی بات اُس کے لیے کافی ہے کہ بھاگ نکلیں۔ اِن اسلامی لوگوں میں جماؤ اور ٹھہراؤ یا استقامت نہیں ہے۔ دس بیس برس جم کر اگر ایک نصب العین کے لیے کام کرنا پڑے تو بمشکل آدمی تعداد ایسی نکلے گی۔

۵ ــــ افغانستان کے غیور مسلمان روسی جارحیت کے خلاف اور اشتراکیت کی گرفت سے بچنے کے لیے تن من دھن کی قربانیاں دے کر تاریخ کا ایک بے مثال جہاد بپا کیے ہوئے ہیں۔ روسی جارحیت نہایت بہیمیت کے ساتھ اُن کے گاؤں اور کھیت تباہ کرتی ہے اور سادہ دل نہتے مرد و زن کی جانیں بے دریغ لیتی ہے۔ ایسی آزمائشوں سے بچ بچا کر جو بوڑھے معذور افراد اور خواتین اور بچے پاکستان میں پناہ لیتے ہیں، اُن کے خلاف صرف یہی نہیں کہ "صیہونی، مارکسی، چانکیائی" محاذ کے مسحور ادیب اور صحافی اور لیڈر بے رحم اور سنگدل ہیں، بلکہ بار بار کوششیں کی جاتی ہیں کہ سرحد و بلوچستان کے پاکستانیوں اور مہاجرین کے درمیان کوئی قضیہ پیدا کرایا جائے۔ ساتھ ساتھ یہ پروپیگنڈا کیا جا رہا ہے کہ یہ کثیر تعدادِ مہاجرین ہماری معیشت پر بوجھ بن گئے ہیں اور ان کو یہاں سے نکال دینا چاہیے۔

اس ذہن کے لوگ یہ نہیں سوچ سکتے کہ اگر خدانخواستہ آپ پر کسی طرف سے کوئی مصیبت آجاتی اور آپ کی عورتوں، بچوں کو افغانستان میں پناہ لینی پڑتی تو اُس وقت آپ کے احساسات کیا ہوتے۔ اگر آگے سے افغانستان آپ کو محبت کا سایہ فراہم نہ کرتا اور دھکیل کے باہر نکال دیتا تو آپ کیا فلسفہ طرازی کرتے۔

افغانستان کے لوگ جس جارح قوت کے خلاف جہاد آرا ہیں وہ اُن کو فتح کرنے کے بعد پاکستان کے لیے بھی وجہِ خطر ہے۔ تو پھر کیا وہ لڑائی ہماری ہی نہیں جو افغانستان کا مجاہد لڑ رہا ہے۔

لیکن "صیحِ" والوں نے ہمارے ذہنی توازن کو درہم برہم کر دیا ہے

۶ ــــ آپ دیکھ رہے ہیں کہ پاکستان کی عورتیں کس راہ پر کس رفتار سے بڑھ رہی ہیں؟ اس بارے میں نہ صرف خواتین کے، بلکہ کارفرما مردوں کے ذہن بھی سحر زدہ ہیں۔ جادو کے اثر سے تمام کٹھ پتلیاں اپنا اپنا کھیل دکھا رہی ہیں۔ کہیں کسی محفل میں رقص و شراب کا دَور چلتا ہے، کہیں کسی درس گاہ رقص کا سراغ لگتا ہے، کہیں عیاشی کے اڈوں کا انکشاف ہوتا ہے، کہیں کالجوں میں صدرِ پاکستان اور حکومت کے احکام کو پامال کرتے ہوئے زنانہ درس گاہوں کی سربراہ خواتین بچیوں کو دوپٹوں سے اجتناب کا درس دیتی ہیں۔ اِدھر خواتین یونیورسٹی کا مطالبہ ہو رہا ہے اور اُدھر یکے بعد دیگرے مخلوط ادارے کھل رہے ہیں بلکہ بعض درس گاہوں میں تو قریب ہی میں مخلوط تعلیم رائج کی گئی ہے۔ جدہ کے پاکستانی

سکول سے اسلامی تہذیب کو دیس نکالا دے کر مغربی بے حیائی کا رقص دکھایا جا رہا ہے۔ صدر ضیاالحق کے اپنے گھر کے معاملے میں بھی اللہ ہی رحم کرے .... ٹیلی وژن "بچہ بچہ" کے بھی جس طرح کے کارنامے دکھا رہا ہے وہ کچھ راز نہاں نہیں۔ باہر سے موسیقی کے کیسٹ، وڈیو کیسٹ، بلیو فلمز، ننگی تصاویر اور اسفل قسم کے رسائل کی درآمد قوم اس ذوق و شوق سے کر رہی ہے، گویا یہ سب کچھ ان خطرات کو روکنے کا اسلحہ ہے جو ملک کے گرد منڈلا رہے ہیں۔ سمجھدار اپنے دلائل دیتے رہیں، عوام چیختے رہیں، دین سے محبت رکھنے والی خواتین اجتماع کرتی رہیں مگر کوئی غیر مرئی طاقت وہ سب کچھ تیزی سے کر رہا ہے جس کی طرف اشارے کیے گئے ہیں۔

یہ ہے وہ نقشہ احوال جس میں آپ کھڑے ہیں۔

اب اگر ربیع الاول آیا ہے تو آپ صہیونی، مارکسی، چانکیائی قوتوں کے خلاف اپنا محاذ درست کیجیے۔ اس کی واحد صورت یہ ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے محض درود اور نعتیں پڑھ کے نہ رہ جایئے بلکہ حضورؐ سے سچے رشتۂ وفا کی تجدید کیجیے۔

پہلی بات یہ ذہن نشین کیجیے کہ حضورؐ پر ایمان حضورؐ سے محبت رکھے بغیر مکمل نہیں ہوتا۔ اور ایمان کی طرح محبت کا تقاضا یہ بھی ہے کہ جناب رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کے لائے ہوئے دین، حضورؐ کی حکمت اور حضورؐ کی سنت کی پیروی کی جائے۔

دوسری بات یہ ہے کہ رسول برحق کی تعلیم کے ہوتے ہوئے کسی دوسرے فلسفے یا نظریے یا نظام یا تہذیب کو اختیار کرنا مسلمان کے لیے جائز نہیں۔

تیسری بات یہ کہ حضورؐ کی تعلیمات کتاب و حکمت کی رو سے سب سے بڑا جرم شرک ہے، لہٰذا جن امور میں شرک کا شائبہ تک بھی ہو اُن سے پرہیز کی جائے۔

چوتھی بات یہ کہ رسول اللہ نے کبر و نخوت کو ایمان اور عاقبت کے لیے خطرناک قرار دیا ہے۔ ہر قسم کے کبر و نخوت سے پرہیز کرنا چاہیے۔ اگر اللہ نے کوئی فضیلت دی ہو تو اس کا شکر ادا کیا جائے اور اگر فضیلت ایسی ہو کہ اس سے دوسروں کی خدمت کی جا سکے تو خدمت کی جائے، مثلاً دولت، علم یا جسمانی قوت سے۔

(باقی بر صفحہ ۵۱)